''یادوں کی دھنک''
تحقیقی و تنقیدی جائزہ

مُبین خورشید

Mubeen Khursheed

M.Phil Scholar, Department of Urdu,
Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

Brig. Zafar Iqbal served in Pakistan Army and lead the life of bravery and courage. He also participated in literary activities and gained fame as autobiography writer. His autobiography "Yadoon ki Dhanak" (The Rainbow of Memories) has immense importance regarding historical aspect. This artical is an effort to produce the subjective analysis of the said autobiography.

بریگیڈیئر ظفر اقبال چوہدری ایک یادداشت نویس کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔آپ ۲۳ مارچ ۱۹۲۵ء کو مراد پور ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔انہوں نے ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۷ء تک تحریک پاکستان میں حصہ لیا۔علاوہ ازیں ڈسٹرکٹ مسلم فیڈریشن گوجرانوالہ کے جنرل سیکرٹری، آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹ فیڈریشن کی کونسل کے رکن اور ۱۹۴۵ء میں پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے آرگنائزنگ سیکرٹری مقرر ہوئے۔۱۹۹۱ء میں آپ کی شاندار خدمات کے اعتراف میں حکومت کی طرف سے گولڈ میڈل دیا گیا جب کہ قیام پاکستان کے بعد مسلم لیگی حکومت نے آپ کو ڈسٹرکٹ پبلک صدر مقرر کیا۔اسی طرح ۱۹۴۹ء میں آپ فوج میں چلے گئے اور ۱۹۵۰ء میں کمیشن حاصل کر لیا۔۷۰۔۱۹۶۹ء میں مشرقی پاکستان میں توپخانہ کی فیلڈ رجمنٹ کی کمان لی ملٹری انٹیلی جنس سکول رہے۔۱۹۷۲ء میں بریگیڈیئر کے عہدے پر ترقی پائی اور آرٹلری بریگیڈیئر کی کمان لی۔۱۹۷۳ء میں جی ایچ کیو میں ڈائریکٹر ری پیڑی ایشن متعین ہوئے۔۱۹۷۶ء میں کراچی میں کمانڈر کور آرٹلری مقرر ہوئے جہاں سے ۱۹۷۸ء میں آپ نے خود ریٹائرمنٹ لے لی۔

بریگیڈیئر ظفر اقبال چوہدری رضا کارانہ طور پر قومی و سیاسی معاملات پر کالم بھی لکھتے رہے جس کے عوض ۱۹۹۱ء میں آپ کو بہترین کالم نویسی پر ''حمید نظامی میموریل ایوارڈ'' دیا گیا۔اس کے علاوہ سماجی و عالمی تنظیموں میں بھی بھرپور کردار ادا کرتے رہے۔برکت فیروز میموریل ٹرسٹ کے چیئرمین اور مجلس کارکنان تحریک پاکستان کے نائب صدر رہے مزید ہمدرد مجلس شوریٰ، قائدِ اعظم فورم کی مجلس عاملہ اور کونسل آف نیشنل افیئرز کے رکن کے طور پر اپنی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

''یادوں کی دھنک'' بریگیڈیئر ظفر اقبال چوہدری کی یادداشتوں پر مشتمل ایک کتاب ہے جس میں ۵ جولائی ۱۹۷۷ء

تک کی یاداشتوں پر قلم اٹھایا گیا ہے یہ کتاب ۳۶۰ صفحات پر مشتمل ایک ایسا خزانہ ہے جو خصوصاً نوجوان نسل کے لیے دلچسپی کا باعث ہے۔ یہ کتاب اذان پبلی کیشنز سے ۲۰۰۰ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔ کتاب کا انتساب تحریکِ پاکستان کے کارکنوں، پاک فوج کے غازیوں، شہیدوں اور مجاہدین کشمیر کے نام ہے جن کی قربانیوں کی وہ دل کی گہرائیوں سے احترام کرتے ہیں۔ کتاب کا سرورق دھنک کے رنگوں کی مانند قابل دید ہے جسے دیکھتے ہی کتاب کا عکس معلوم ہونے لگتا ہے اور قاری اس عکس کے پیچھے کھنچا چلا جاتا ہے:

> ''ایک باخبر اور بیدار مغز کارکنِ تحریک پاکستان اور فوجی افسر کی حیثیت سے صاحب کتاب نے پاکستان کی نئی اور پرانی دونوں نسلوں کے لیے اپنی یادوں کے بہانے بہت کچھ پیش کیا ہے۔''(۱)

کتاب کو چھے ابواب میں بالترتیب تحریک پاکستان، فوجی ملازمت-ابتدائی ماہ و سال، پاک بھارت جنگ ۱۹۶۵ء، ایوب خان کا زوال اور یحییٰ خان کا مارشل لاء، پاکستان اور مسٹر ذوالفقار علی بھٹو سے جنرل ضیاء الحق تک میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ حرفِ مدعا ۱۰ جولائی ۲۰۰۶ء کی تاریخ کے ساتھ درج ہے جبکہ عرض ناشر عباس اختر ایوان کا لکھا ہوا ہے۔ پیش لفظ ڈاکٹر وحید قریشی نے ۶ جولائی ۲۰۰۰ء کو لکھا جس میں ظفر اقبال چوہدری کی کاوشوں کو بہت منفرد انداز میں سراہا گیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ حرفِ تعارف مجید نظامی کے دستخط اور تاریخ کے ساتھ پایا گیا ہے جس میں اس کتاب کو ایک شاہکار ہونا بتایا گیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

> ''یادوں کی دھنک دیکھنے میں تحریک پاکستان اور پاک فوج کے ایک ذمہ دار سپاہی کی روداد حیات ہے لیکن تاریخ پاکستان کے طالب علم کے لیے حالات و واقعات کی ایسی گواہی ہے جس کے ذریعے وطن کی سچی داستان منکشف ہوتی ہے۔''(۲)

بریگیڈیئر ظفر اقبال چوہدری کی ''یادوں کی دھنک'' کا پہلا باب تحریک پاکستان کے عنوان سے درج ہے جو مصنف کی سب سے طویل یادوں پر مشتمل ہے جب کہ مصنف نے اپنی یادوں کو زمانی لحاظ سے درج نہیں کیا بلکہ دھنک کے رنگوں کی مانند خیالات میں جو رنگ رونما ہوا اسے ساتھ ہی قلم کی زینت بناتے چلے گئے۔ تحریک پاکستان کے ساتھ وابستگی کے ۴۷-۱۹۴۰ء کے دوران انھیں جن جن مسائل اور خوشگوار لمحات کا سامنا ہوا، ان تمام کو ایک خوبصورت انداز اور دلکش اسلوب کے ساتھ ہمارے سامنے یادداشتوں کی صورت میں پیش کیا خواہ وہ یادوں کی لہر انھیں اپنے ساتھ بہا کر زندگی کے ابتدائی لمحات ہی میں کیوں نہ لے جائیں:

> ''والد صاحب اکثر نماز کے بعد ہم سب کو اکٹھا کر کہ مولانا اشرف علی تھانوی کی تفسیر قرآن سے درس دیتے اور پھر اس زمانے میں ہمیں حفیظ جالندھری کے'' شاہنامہ اسلام'' سے شناسائی ہوئی۔ خصوصاً والد صاحب نعتِ رسول پڑھتے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔''(۳)

ابتداء سے ہی مصنف مختلف تحریکوں کے بارے میں آگہی رکھتے تھے ان تحریکوں کے جلسوں میں بہت دلجمعی کے ساتھ شرکت بھی کرتے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے جلسہ لائل پور میں مقررین نے کانگرسی وزارتوں کے دوران مسلمانوں کے ساتھ

کی گئی زیادتیوں کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا۔۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کے سالانہ اجلاس میں بھی آپ کا نام رضا کاروں کی فہرست میں شامل تھا آپ نے اپنی حسن کارکردگی دکھاتے ہوئے جم کر اس میں حصہ لیا جس کی یادوں کے اشارے ان کی تحریر میں چمکتے دکھائی دیتے ہیں:

''میرا نام بھی رضا کاروں کی فہرست میں شامل کر لیا گیا جس پر میں بہت خوش تھا کہ صدر آل انڈیا مسلم لیگ قائداعظم محمد علی جناح اور لیگ کے دیگر رضا کاروں کو دیکھنے اور سننے کا ایک تاریخی موقع حاصل ہو رہا۔''(۴)

آپ نے تحریک پاکستان کی جدوجہد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۵ء تک مسلم سٹوڈنٹ فیڈریشن کے پلیٹ فارم سے اور پھر قیام پاکستان تک بطور جنرل سیکرٹری پرائمری مسلم لیگ مراد پور گوہر پور ضلع سیالکوٹ میں پاکستان حاصل کرنے کی کاوشوں میں ہر وقت صرف کیا اور اپنی خدمات کے عوض صرف یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ کس طرح قیامِ پاکستان کے مقاصد کی تکمیل ممکن ہے۔ظفر اقبال رقم طراز ہے:

''زندگی کے باقی دن اس امید میں گزار رہا ہوں کہ شاید اپنی زندگی میں قیام پاکستان کے مقاصد کی تکمیل ہوتے دیکھ سکوں۔''(۵)

یوں یادوں کے پیرائے میں بریگیڈئر صاحب نے اپنے زندگی کے بے شمار واقعات سے قاری کو روشناس کرایا۔یہ تمام واقعات ایک الگ موضوع کی صورت قاری کے ذہن پر اپنا نقش چھوڑتے چلے جاتے ہیں۔آپ کبھی درگاہ بابا فرید گنج شکر کی عظمت بیان کرتے ہیں تو کبھی قائداعظم کے استقبال کی رنگا رنگ تقریب کا منظر کھینچتے چلے جاتے ہیں یوں ایک ہی باب میں آپ کی یادوں کے موتی بکھرے ہوئے دکھائی دیتے ہیں مگر اسلوب کی روانی اور دھیما پن ان کے بکھراؤ کو نظر انداز کرتی چلی جاتی ہے.

کتاب کا دوسرا باب ''فوجی ملازمت-ابتدائی ماہ وسال'' کے نام سے درج ہے جس کے عنوان سے ہی ظفر اقبال چوہدری کی یادوں کا احاطہ کیا جا سکتا ہے کہ اس دور سے منسلک ہیں جب آپ کی فوج میں ملازم فوجی ملازمت کا آغاز کیا:

''۱۹۵۰ء میں کمیشن لینے کے بعد رائل پاکستان آرٹلری (RPA) میں شامل ہوا۔۱۹۵۶ء میں پاکستان کے اسلامی جمہوریہ بننے پر ہمارا تعلق تاج برطانیہ سے ختم ہوا تو رائل کا لفظ حذف کر دیا گیا۔''(۶)

بریگیڈیر ظفر اقبال چوہدری بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ اس وقت سے وابستہ مسائل کو تحریر میں لائے ہیں۔کہنے کو تو یہ کتاب صرف ان کی یادداشتوں پر مشتمل ہے مگر نادانستہ طور پر اس دور کے سماجی،معاشرتی اور معاشی حالات قاری کے ذہن پر عبور حاصل کرتے چلے جاتے ہیں جس کی ان گنت مثالیں اس باب میں موجود ہیں۔جیسا کہ تقسیمِ ہند کے موقع پر ہندو قیادت نے ہر ممکن کوشش کے ذریعہ پاکستان کو اقتصادی،مالی اور دفاعی لحاظ سے کمزور کرنے کے منصوبے بنائے تا کہ پاکستان کو بھارت سے کم تر ثابت کیا جا سکے اس ضمن میں بریگیڈیر ظفر لکھتے ہیں کہ:

''تمام اسلحہ ڈپو اور آرڈیننس فیکٹری بھارت میں تھیں۔ایسے واقعات بھی ہوئے کہ بھارت سے اسلحہ سے لدی مال گاڑیاں پاکستان روانہ ہوئیں مگر پاکستان میں ان ویگنوں کو کھولا گیا تو

اندر سے گولا بارود کی بجائے اینٹیں برآمد ہوئیں۔‘‘(۷)

بھارتی فوجی قیادت کے ان تمام ہتھکنڈوں کے باوجود جب ظفر اقبال چوہدری نے کمیشن حاصل کیا تو اس وقت پاکستان نے اِدھر اُدھر سے سامان اکٹھا کر کے توپخانے کی مزید دو رجمنٹیں کھڑی کر لی تھیں۔

بریگیڈیر ظفر اقبال چوہدری نے اپنی یادداشتوں کے دلکش مظاہروں کے ساتھ ساتھ ان روایات کا بھی ذکر کیا جو اُن ماہ وسال میں رواں دواں تھیں۔انہوں نے ایک فوجی کے معمولات بتاتے ہوئے اسے ایک عام آدمی سے مختلف ترین ثابت کیا یوں فوج کے کلچر کو ستاروں میں چاند کی مانند قرار دیا۔لکھتے ہیں:

’’سول انتظامیہ کی آلائشوں سے پاک،سفارش،رشوت،دھونس اور دھاندلی جیسی قباحتوں سے مبرا اپنے فرائض کی ادائیگی میں فوجی ایک لگن کے ساتھ اپنے کام میں مصروف رہتے۔‘‘(۸)

روایات کی پاسداری کے ساتھ ساتھ پہلے پہل فوجی افسروں میں ڈنر نائٹ کلچر بھی موجود تھا جس میں ڈانس کا بندوبست خصوصاً کروایا جاتا مگر رفتہ رفتہ انگریزوں کی چھوڑی ہوئی روایت ختم ہوتی چلی گئی خاص طور پر جنرل ضیاءالحق نے پاک فوج کو اسلامی فوج کے قالب میں ڈھال دیا یوں بگڑی ہوئی روایات کسی طرح سے سدھرتی چلی گئیں۔اس کے تمام مراحل یادوں کی دھنک میں موجود ہیں۔

کتاب کا تیسرا باب’’پاک بھارت جنگ ۱۹۶۵ء‘‘ کے عنوان سے ہے جس میں بریگیڈیر ظفر اقبال چوہدری نے ۱۸ دنوں تک جاری و ساری رہنے والی پاک بھارت ۱۹۶۵ء کی جنگ کے چیدہ چیدہ واقعات کو اپنی تحریر کے پنجرے میں قید کیا ہے۔ اس جنگ میں پاکستانی عوام کا جوش وجذبہ قابلِ دید تھا۔اسی جذبے کی وجہ سے پاکستان کو کامرانیاں حاصل ہوئیں۔

بریگیڈیر ظفر اقبال چوہدری نے’’رن کچھ‘‘ میں جھڑپوں کو پاک بھارت جنگ کا پیش خیمہ قرار دیا۔’’رن کچھ‘‘ کے مقام سے پاک بھارت کے درمیان جو خلش پیدا ہوئی وہ مختلف آپریشنز کی صورت یعنی’’آپریشن جبرائر‘‘ جس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ وسیع پیمانے پر تخریبی کارروائیوں کے ذریعے مقبوضہ کشمیر میں سول انتظامیہ اور فوجی قیادت کو مفلوج کر دیا جائے جس کے نتیجے میں مقامی آبادی بھارت کے خلاف اُٹھ کھڑی ہو جس کے نتائج کے حوالے سے ظفر اقبال چوہدری لکھتے ہیں کہ:

’’صد افسوس کہ اس انتہائی خفیہ منصوبے کی رازداری برقرار نہ رہ سکی جلد ہی بھارت کو اس کی سُن گُن ہوگئی اور پھر بدقسمتی سے ایک ایسا حادثہ پیش آیا جس سے آپریشن جبرائر کے نقشہ جات اور احکامات کی نقل بھارت کے ہاتھ لگ گئی۔‘‘(۹)

اس کے علاوہ’’آپریشن گرینڈ سلام‘‘ کرایا گیا مگر کوئی حتمی نتائج حاصل نہ کیے گئے اور بالآخر ۴ ستمبر ۱۹۶۵ء کو پاکستان کی جنگ کے کمانڈرز نے گھات لگا کر جموں سیکٹر میں دشمن کا ایک فوجی ہرکارہ پکڑ لیا جس سے جو کاغذات برآمد ہوئے اس سے بھارت کے غلط ارادوں پر کوئی شک باقی نہ رہا چنانچہ پہلی بار جنرل موسیٰ کے حکم سے چار ستمبر کو رات کے ساڑھے دس بجے پاکستانی فوج کے تمام فیلڈ کمانڈروں کو یہ پیغام بھیجا گیا:

"4september 2230or C1315. Latest intelligence reports

indicate aggressive designs. Formations will take necessary defensive."(10)

یوں ۶ ستمبر کو جنگ کا باقاعدہ طور پر آغاز ہوا جس میں پاکستانیوں کی جانب سے بہت سے جوابی وار کیے گئے اس جنگ میں دوست ممالک نے بھی بھرپور ساتھ دیا جس میں چین، سعودی عرب اور افغانستان سرفہرست ہیں۔ بالآخر سوویت یونین نے صدر ایوب خان اور لال بہادر شاستری کو تاشقند بُلا کر دونوں ملکوں میں سمجھوتا کرانے میں مدد کی اور ۱۰ جنوری ۱۹۶۰ء کو اعلان تاشقند طے پایا۔ سوائے مقبوضہ وادی کے اس جنگ میں پاک فوج کو ہر درجے کی کامیابی حاصل ہوئی۔

کتاب کا چوتھا باب ''ایوب خان کا زوال اور یحییٰ خان کا مارشل لاء'' کے نام سے درج ہے جس میں مرحلہ واران تمام سازشوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کا سہارا لیتے ہوئے جنرل یحییٰ خان نے ایوب خان کو اُن کے اقتدار سے ہٹایا۔ ظفر اقبال چوہدری نے ایوب خان کا یحییٰ خان کو فوج کا سربراہ مقرر کرنے سے لے کر ایوان سے ایوب خان کے رخصتی کے مناظر بہت عمدہ اور منفرد انداز میں پیش کیے ہیں جنرل یحییٰ کی دور بینی اس بات کو پہنچ چکی تھی کہ کس طرح عوام کو ایوب خان سے دور کرنا ہے۔ چنانچہ ایوب خان کی تمام کوششیں رائیگاں ہوتی چلی گئیں۔ بریگیڈیئر ظفر اقبال یوں رقم طراز ہیں:

> ''۲۵ مارچ ۱۹۷۸ء کو شام کے آٹھ بجے ملک میں مارشل لا نافذ کر دیا آئین منسوخ کر دیا گیا اور اسمبلیاں توڑ دی گئی اور پھر یہ مارشل لا ملک ٹوٹنے کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔'' (۱۱)

یوں آپ نے ان تمام حالات کو چند موضوعات میں یکجا کر کے اس عمدگی کے ساتھ بیان کیا ہے کہ قاری کے ذہن میں حالات کا نقشہ بنتا چلا جاتا ہے۔

ایوب خان اور یحییٰ خان کے انہی مظاہروں کے دوران بریگیڈیئر ظفر اقبال چوہدری کی پوسٹنگ مشرقی پاکستان میں ہو گئی جہاں انھوں نے اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ بہترین لمحات گزارے۔ اہلِ بنگال کی سادگی، غربت اور خاص کر شرح خواندگی کی بڑھوتری کے بارے میں قلم اُٹھایا ہے۔ باب کے آخر میں بریگیڈیئر ظفر اقبال چوہدری نے اپنی زندگی کی تلخ ترین یادوں پر اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے کہ کس طرح ایک سیلابی ریلے میں وہ اپنی شریک حیات سے جدا ہوئے اور کس طرح اس غم سے ان کی روح مسخ ہوئی۔ ان تمام جذبات کو اُنہوں نے اس انداز سے بیان کیا کہ قاری کی آنکھیں نم ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔

''یادوں کی دھنک'' کا باب پنجم ''المیہ مشرقی پاکستان'' کے عنوان سے ہے۔ ظفر اقبال چوہدری نے اس پورے باب میں صرف ان یادداشتوں کا ذکر کیا ہے جو مشرقی پاکستان کے المیہ کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں۔ یوں تو انھوں نے اپنے آپ پر بیتے والے لمحات کا ذکر کیا ہے مگر وہ لمحات اس المیے کو اجاگر کر رہے ہیں جو ایک محبّ وطن کے دل میں درد پیدا کر دے۔ آپ نے مختلف عنوانات کی صورت میں مغربی پاکستان اور اس سے منسلک حکمرانوں کی نااہلی کا تذکرہ کیا ہے۔ کبھی یحییٰ مجیب مذاکرات ناکام تو کبھی بھٹو مجیب مذاکرات، گنگا کے اغوا کا ڈرامہ تو کبھی قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی اور سب سے بڑھ کر جنرل یحییٰ خان کی سنگ دلی کہ جس کی بدولت قائداعظم کے حاصل کردہ ملک کے یک لخت دو ٹکڑے کر دیے گئے۔ آپ لکھتے ہیں:

> ''صدرِ مملکت نے صرف اتنا ارشاد فرمایا: ''مشرقی پاکستان کے لیے سوائے دعائے خیر کے اور کر ہی کیا سکتا ہوں۔'' (۱۲)

یوں اس امر کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جنرل یحییٰ ذہنی طور پر مشرقی پاکستان کو کھونے کے لیے تیار تھے مگر ان کی سرد مہری اور بے پروائی کا عوام پر کیا اثر ہوا یہ سمجھنا اُن کے بس میں نہ تھا۔ظفر اقبال چوہدری ان الفاظ میں اپنے غم کی شدت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دسمبر ۱۶، ۱۹۷۱ء کی شام، ایک سیاہ جان کا المیہ بن کر چھا گئی جس نے قائداعظم کے پاکستان کو دولخت کر دیا قوم شدت غم سے نڈھال ہوگئی تھی۔فوجی جوان مورچوں میں بلک بلک کر رونے لگے........زبانیں گنگ ہو چکی تھیں آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔''(۱۳)

مگر مشرقی پاکستان میں فوجی افسروں کی قربانیوں اور جوانوں کے جذبوں سے کسی صورت بھی روگردانی نہیں کی جاسکتی خواہ ان کی قربانیاں مشرقی پاکستان کو نہ بچاسکیں مگر ان کی کاوشیں امید کی کرن پیدا کرتی ہیں۔

کتاب کا چھٹا اور آخری باب ''مسٹر ذوالفقار علی بھٹو سے جنرل ضیاء الحق تک'' کے عنوان سے ہے جس میں ان حالات وواقعات کا جائزہ لیا گیا ہے جو پانچ جولائی ۱۹۷۷ء کو ضیاء الحق کے مارشل لاء کے نفاذ کا باعث بنے۔اس کے علاوہ ان آپریشنز کا تذکرہ کیا گیا ہے جو بھارت کی قید میں پاکستانی جنگی قیدیوں کی واپسی پر کیے گئے۔ظفر اقبال چوہدری کو ستمبر ۱۹۷۱ء میں جی ایچ کیو میں ڈائریکٹری پیری مقرر کیا گیا۔اس عمل کو آگے بڑھانے میں پہلے پہل تو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا مگر رفتہ رفتہ پاک بھارت مذاکرات کی بدولت قیدیوں کی رہائی کا بندوبست ہونے لگا۔ظفر اقبال چوہدری لکھتے ہیں:

''۲۶ دسمبر ۱۹۷۳ء کو جب پہلی ریل گاڑی سے ہمارے قیدی پاکستان پہنچے تو میں بھی ان کے استقبال کے لیے موجود تھا .....قیدیوں پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کی گئیں اور مشروبات سے تواضع کی گئی۔''(۱۴)

اس طرح ظفر اقبال نے تمام منظر بیان کرتے ہوئے منظر کشی کی ایک عمدہ مثال قائم کی ہے جس سے قاری کے سامنے تمام تر حالات وواقعات واضح ہو جاتے ہیں۔اس باب کے دوسرے حصے میں ایک ایسے مارشل لاء کے بارے میں بتایا گیا ہے جس میں امن کے ساتھ جنرل ضیاء الحق نے مسٹر بھٹو کی حکومت کو برطرف کر دیا اس ضمن میں بھٹو نے بہت کاوشوں کا مظاہرہ کیا کہ کسی طرح اپنے اقتدار کو بحال رکھا جاسکے مگر کوئی کاوش بر نہ آئی۔ظفر اقبال چوہدری نے موضوعات کی تقسیم سے تمام مراحل قاری کے سامنے پیش کیے۔کبھی میمن مسجد کا معرکہ، کبھی کرسی بڑی مضبوط ہے، بھٹو، شراب پر پابندی تو کہیں بھٹو کی مولانا مودودی سے ملاقات بالآخر وہ وقت آن پہنچا جب:

''ریڈیو سے یہ آواز سنائی دی کہ ابھی ابھی خبر ملی ہے کہ مسٹر بھٹو کی حکومت کو برطرف کر دیا گیا ہے اور فوج نے اقتدار سنبھال لیا ہے جنرل ضیاء الحق نے ملک میں مارشل لا نافذ کر دیا ہے۔''(۱۵)

پس بریگیڈیئر ظفر اقبال چوہدری کی کتاب ''یادوں کی دھنک'' کے جائزے سے ان کے ایک ایماندار اور جان باز فوجی ہونے کی گواہی ملتی ہے۔انہوں نے اپنی فوجی زندگی اور اس کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے اپنے دور کے اہم واقعات سے بھی روشناس کروایا ہے۔یہ تمام حکمت عملی ان کی یادداشتوں پر منحصر ہے جو درحقیقت ایک کٹھن مرحلہ ہے ان کے اسلوب نے قاری

کو ہر لمحہ ان کی یادوں کے ساتھ جوڑے رکھا۔

حوالہ جات

۱۔ ظفر اقبال چودھری، بریگیڈ یئر، (ریٹائرڈ)، یادوں کی دھنک، اذان سحر پبلی کیشنز، اشاعتِ اول، جولائی ۲۰۰۰ء، ص:۲۷
۲۔ ایضاً، ص:۲۷
۳۔ ایضاً، ص:۳۴
۴۔ ایضاً، ص:۳۲
۵۔ ایضاً، ص:۳۳
۶۔ ایضاً، ص:۱۰۹
۷۔ ایضاً، ص:۱۰۹
۸۔ ایضاً، ص:۱۲۷
۹۔ ایضاً، ص:۱۸۲
۱۰۔ ایضاً، ص:۱۸۷
۱۱۔ ایضاً، ص:۲۱۵
۱۲۔ ایضاً، ص:۲۵۶
۱۳۔ ایضاً، ص:۳۰۰
۱۴۔ ایضاً، ص:۳۲۹
۱۵۔ ایضاً، ص:۳۵۵

☆......☆......☆